THE ALHAKAM

=Qadian=

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

مدیر شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدیر المسیح

قادیان دارالامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ شائع ہوتا ہے

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی ✻ دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

جلد ۲۶ | مورخہ ۲۸ مارچ سنہ ۱۹۲۴ء | نمبر

مدرسہ احمدیہ کی نئے سال کی جماعت بندی

یکم اپریل سنہ ۱۹۲۴ء کو ہوگی

اس لئے اپنے بچوں کو دینی خدمات کے لئے تیار کرنے اور علوم دینیہ اور علوم مروجہ ہر دو سے بہرہ یاب بنانیکے خواہشمند احباب

بچوں کو پرائمری کا امتحان پاس کراکر

یکم اپریل سنہ ۱۹۲۴ء تک یہاں پہنچا دیں۔ تاکہ تاخیر سے تعلیمی حرج نہ ہو۔ اور بورڈنگ میں موزوں جگہ مل سکے۔ ہاں اگر کسی جگہ پرائمری کا امتحان کچھ دیر سے ہو تو ایسی صورت میں امتحان سے فارغ ہوجانے پر فی الفور یہاں بھیجدیا جائے

پرائمری سے زیادہ قابلیت کے لڑکوں کو ان کے مناسب حال کلاس میں داخل کیا جائے گا۔

اخراجات بورڈنگ کا تخمینہ درجہ سوئم کیلئے آٹھ کل دس روپے

فیس مدرسہ کسی لڑکے سے نہیں لی جاتی اور نہ ہی فیس داخلہ مدرسہ لی جاتی ہے۔

نصاب تعلیم اور دیگر امور متعلقہ کی تفصیل معلوم کرنا چاہیں تو

پراسپکٹس منگوا کر دیکھ سکتے ہیں۔ اور مزید دریافت طلب امور بذریعہ خط و کتابت

ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان سے

دریافت کریں

ریاست کپورتھلہ کا ایک امن بخش حکم

سری مہاراجہ **جگت جیت سنگھ** بہادر والی ریاست کپورتھلہ کی **بیدار مغزی** اور رعایا پروری کی بہت سی مثالیں پبلک میں آچکی ہیں۔ آپ کے عہد حکومت میں ریاست میں جو اصلاحات اور ترقی کی تدابیر اختیار کی جارہی ہیں وہ ہر طرح قابل قدر اور لائق تقلید ہیں۔

باوجودیکہ آپ سکھ مذہب کے پیرو ہیں۔ مگر بحیثیت مہاراجہ آپ نے تمام قوموں کو مذہبی آزادی دے رکھی ہے۔ حال میں آپ نے ایک **جامع مسجد** کے لئے جو کپورتھلہ کی راجدھانی میں تیار ہورہی ہے۔ ایک **بیش قرار** رقم دے کر اپنی بے تعصبی کا کھلا کھلا ثبوت دیا ہے۔

اب آپ نے اپنی ریاست میں **مذہبی مناظرات** کی روک میں **امن** پیدا کرنے کے لئے ایک حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ ایسی بات ہے کہ اگر اس طریق پر عمل کیا جائے تو آجکل ہندوستان کی مذہبی دنیا میں امن کی فضا پیدا ہوسکے۔ اور ... تمام ...

(... باہتمام ... یعقوب علی تراب احمدی عرفانی پرنٹر و پبلشر ... سے شائع ہوا)

میں **اتحاد** اور یگانگت مستحکم اصولوں پر قائم ہو جائے اسی کے لئے حضرت **مسیح** موعود علیہ السلام نے اپنے وقت میں گورنمنٹ ہند کو توجہ دلائی تھی۔ اور اسی اصل کی طرف حضرت **خلیفہ** ثانی نے گورنمنٹ پنجاب کو متواتر توجہ دلائی ہے۔ مگر یہ سعادت سب سے پہلے ریاست کپورتھلہ کے لئے مقدر تھی۔ مہاراجہ صاحب نے یہ حکم نافذ کرکے (جس کو میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔) ایک راستہ کھول دیا ہے۔ اگر تمام اہل مذاہب دوسرے مذہب کے ہادیوں اور بزرگوں کا ادب کریں۔ اور کوئی ایسا کلمہ زبان سے نہ نکالیں جو دوسرے اہل مذاہب کی دل آزاری کا موجب ہو۔ تو **آج** سب جھگڑے مٹ جائیں۔

میں منشی **حبیب** الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پور کا ممنون ہوں۔ کہ انہوں نے ریاست کے اس جدید حکم کی نقل بغرض اشاعت مجھے بھیجی ہے۔ میں تمام مذہبی اخبارات سے **توقع** کرتا ہوں کہ وہ نہ صرف اس کی اشاعت کریں گے۔ بلکہ اس تحریک کو انگریزی حکومت میں بھی کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔

سری مہاراجہ صاحب بہادر کی **نیک نیتی** اور بیدار مغزی اور بے تعصبی کا اثر آپ کے عمائد **حکومت** پر بھی برابر پڑ رہا ہے۔ اور دیوان **عبدالحمید** خان صاحب جس **قابلیت** **اخلاق** اور بے تعصبی سے اپنا فرض منصبی ادا کر رہے ہیں۔ وہ ایک قابل قدر نظیر ہے۔ بہرحال اب میں بدون کسی لمبی تمہید کے مکرمی منشی حبیب الرحمٰن صاحب کا مراسلہ درج کرتا ہوں۔

(ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی

مخدومی مکرمی! جناب ایڈیٹر صاحب اخبار الحکم سلمہٗ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

میں آپ کی خدمت میں ایک حکم کی نقل بھیجتا ہوں جو دربار کپورتھلہ سے نافذ ہوا۔ اور بذریعہ گزٹ شائع ہوا۔ اور نیز جملہ علاقہ ریاست میں معرفت تحصیلداران صاحبان شائع کرایا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سری حضور انور مہاراجہ صاحب بہادر دام اقبالہٗ کو اپنی قلمرو میں امن قائم رکھنے کا کسقدر خیال ہے۔ اور ساتھ ہی ہر مذہب و ملت کو ریاست میں کامل مذہبی آزادی حاصل ہے۔ چونکہ اس آزادی میں اکثر آزاد طبع ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو اپنے جوش میں اپنی زبان کو بے لگام چھوڑ دیتے ہیں۔ اور ایسے کلمات بول دیتے ہیں جن سے نقض امن کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس مذہبی آزادی کے ساتھ ایک ایسے قانون کی بھی ضرورت تھی جو نقض امن کے اندیشہ کی روک کرے۔ جس کی ضرورت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سب سے پہلے محسوس کیا۔ اور بذریعہ ایک درخواست کے ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء کو گورنمنٹ انگلشیہ کی خدمت میں ایسا قانون بنانے کی درخواست کی جس کے ضروری الفاظ ذیل میں درج کرتا ہوں۔

"میرے نزدیک ایسی فتنہ انگیز تحریروں کے روکنے کے لئے بہتر طریق یہ ہے کہ گورنمنٹ عالیہ یا تو یہ تدبیر کرے۔ کہ ہر ایک فریق مخالف کو ہدایت فرما دے کہ وہ اپنے حملہ کے وقت تہذیب اور نرمی سے باہر نہ جاوے۔ اور صرف ان کتابوں کی بنا پر اعتراض کرے جو فریق مقابل کی مسلم اور مقبول ہوں۔ اور اعتراض بھی وہ کرے۔ جو اپنی مسلم کتابوں پر وارد نہ ہو سکے اور اگر گورنمنٹ عالیہ یہ نہیں کر سکتی تو یہ تدبیر عمل میں لاوے۔ کہ یہ قانون صادر فرما دے۔ کہ ہر ایک فریق صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیا کرے اور دوسرے فریق پر ہرگز حملہ نہ کرے۔ میں دل سے چاہتا ہوں کہ ایسا ہو اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ قوموں میں صلحکاری پھیلانے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی تدبیر نہیں۔ کہ کچھ عرصہ کے لئے مخالفانہ حملے روک دئے جائیں۔ ہر ایک شخص صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے۔ اور دوسرے کا ذکر زبان پر نہ لاوے۔ اگر گورنمنٹ عالیہ میری اس درخواست کو منظور کرے تو میں یقیناً کہتا ہوں۔ کہ چند سال میں تمام قوموں کے کینے دور ہو جائیں گے۔ اور بجائے بغض محبت پیدا ہو جائے گی۔"

ظاہر ہے کہ گورنمنٹ انگلشیہ نے اس درخواست پر جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گذارش کی جس کے چند فقرے اوپر نقل کئے گئے ہیں۔ توجہ نہیں فرمائی۔ اور باہمی منافرت بدستور ترقی پر ہے۔ ریاست کپورتھلہ میں گو پہلے سے ایسا کوئی قانون نہ تھا لیکن سری حضور کی انتظام کی یہ خوبی ہے کہ حضور کی رعایا میں عملاً یہ طریق جاری رہا ہے۔ اور غالباً اب حالت زمانہ کو دیکھتے ہوئے قبل اس کے کہ کوئی واقعہ پیش آئے اور امن کو قائم رکھنے اور اپنی رعایا میں مذہب و ملت محبت اور یگانگت قائم رکھنے کے لئے یہ مستقل قانون نافذ فرمایا ہے۔ جس کے لئے رعایا بے حد مشکور ہے۔ خصوصاً جماعت احمدیہ جن کی خواہش اور آرزو پہلے ہی سے ایسے قانون بنانے کی ہے۔ اس حکم کے نافذ ہونے پر بے حد مشکور ہیں۔ اور دل سے دعا ہے کہ ایسا عادل اور منتظم بادشاہ دیر تک ہمارے اوپر حکمرانی فرمائے۔ اور ساتھ ہی جماعت احمدیہ جناب وزیر اعظم صاحب بہادر کی بھی شکر گذار ہے۔ جن کی احسن تدبیر کا یہ نمونہ ہے۔

بہرحال حکم مذکورہ بالا برائے اندراج اخبار الحکم ارسال خدمت کرتا ہوں۔ درج فرما کر مشکور فرماویں۔

خاکسار حبیب الرحمٰن از حاجی پور ریاست کپورتھلہ

نقل

۹ فروری ۱۹۲۳ء

گزٹ ریاست کپورتھلہ

از محکمہ عالیہ صدر

از پیشگاہ سری حضور انور دام ظلہٗ حکم ذیل صادر ہوا۔

بحکم ۹ ماگھ ۱۹۸۰ بکرمی۔ سری حضور مہاراجہ صاحب بہادر کو ہمیشہ اس امر کا پورا خیال رہتا ہے۔ کہ سرکار والا کی رعایا کے ہر فرقہ و مذہب کے لوگوں کو پوری مذہبی آزادی رہے۔ اور ساتھ ہی وہ باہمی امن و اتحاد سے رہیں۔ چنانچہ سری حضور انور نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جب کبھی کوئی شخص یا کسی فرقہ کے لوگ مذہبی تقریر مثلاً ایڈریس۔ پرچار یا وعظ وغیرہ کرانے کا انتظام کریں۔ تو منتظمان متعلقہ اس امر کے پورے طور پر ذمہ دار ہوں گے۔ کہ تقریروں میں دیگر مذاہب یا ان مذاہب کے رہبروں کے متعلق ایسے الفاظ استعمال نہ کئے جائیں یا ایسے خیالات کا اظہار نہ کیا جائے۔ جو ان مذاہب کے اشخاص کی دل آزاری کا موجب ہوں۔ اگر کسی طریق پر اس ارشاد عالی کی خلاف ورزی عمل میں آئے گی۔ تو منتظمان و تقریر کنندگان مستوجب سزا کے ہوں گے۔ اور حکام مجاز ان کا تدارک مناسب کریں گے۔

خان بہادر دیوان عبدالحمید سی۔ آئی۔ ای۔ او۔ بی۔ ای وزیر اعظم سرکار کپورتھلہ

بھرت پور میں نئی مصیبت

دیگر دیسی ریاستوں کی مانند بھرت پور ریاست میں بھی امپیریل سروس رجمنٹ ہے جس کا نام مہاراج پلٹن ہے۔ پچھلی جنگ یورپ میں اس پلٹن نے بہت بہادری کے کام سرانجام دئے تھے۔ اس پلٹن کی بہادری کی وجہ سے مہاراجہ صاحب بھی بہت مشہور ہو گئے تھے۔ اس پلٹن کو بہت کم تنخواہ ملتی تھی۔ تنخواہ بڑھانے کیلئے کئی بار درخواست کی گئی۔ لیکن سرکار کی طرف سے کوئی تسلی بخش جواب نہ ملا۔ لاچار ہو کر پلٹن کے ۷ سو نوجوانوں نے ستیاگرہ کی ہڑتال کر دی اور گولی بارود پر قبضہ کر لیا۔ یہاں تک کہ جب وائسرائے بھرت پور میں آئے تو اس پلٹن نے گارڈ آف آنر بھی ان کے استقبال کیلئے نہیں بھیجی۔ حالت نازک ہو جانے پر مہاراجہ صاحب خود پلٹن کے پاس گئے۔ اور تمام سپاہیوں کو یقین دلایا کہ وہ انصاف کریں گے۔ ایک کمیٹی بنائی گئی ہے لیکن معلوم ہوا ہے کہ پلٹن کے سپاہی اس کمیٹی سے ہی راضی نہیں ہیں۔ بسنت پنچمی کے روز شکار کے بہانہ سے تمام پلٹن یارڈ کو بھیجدی گئی۔ اور پیچھے سے سرکاری احکام نے تمام گولی بارود اور ان کے نوجی نشانات پر قبضہ کر لیا۔

مہاراجہ صاحب گول باغ کو چھوڑ کر خود قلعہ میں آگئے ہیں اور گول باغ میں دو مشین گنیں لگا دی گئی ہیں۔ جہاں جہاں پلٹن کے گارد رہتے تھے ... پہرہ ... عام ...

حضرت مسیح موعودؑ کے اصحاب

الحکم میں یہ سلسلہ جاری کیا گیا تھا۔ اور الحکم کے خاص مقاصد میں یہ امر داخل ہے۔ مگر میری مصروفیت کہو یا غفلت میں اسے متواتر جاری نہیں رکھ سکتا۔ اور مجھے افسوس ہے۔ کہ دوسرے اصحاب اس کام میں میرے مددگار نہیں ہوتے۔ میں سمجھتا ہوں۔ وہ لوگ جو اہل قلم ہیں۔ اور متواتر یاددہانیوں اور تحریکوں کے بعد بھی وہ اس میدان میں نہیں آتے۔ حتیٰ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی تحریک کے بعد بھی انہیں توفیق نہیں ملی۔

میں انہیں برادرانہ نیازمندی اور اخلاص سے مشورہ دونگا۔ کہ وہ استغفار کریں۔ کیونکہ قلمی جہاد میں وہ پیچھے ہیں۔ بہرحال جیسے بھی ہو سکتا ہے اور جب بھی دل میں جوش اور درد پیدا ہوتا ہے۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بزم اخلاص کے پروانوں میں سے کسی نہ کسی کا تذکرہ کرتا رہونگا۔ وباللہ التوفیق مجھے اس مجلس کے تمام بزرگوں سے محبت ہے اور یہ محبت میرے دل کی غذا اور مسرت کا باعث ہے احباب میں سے جس کو خدا توفیق دے۔ وہ کسی صحابی کے حالات لکھ کر بھیجے۔ اور اس مجلس میں بیٹھنے والے اگر اپنے حالات خود ہی لکھ بھیجیں۔ تو احسان ہوگا۔ ایسے احباب اگر فوٹو بھی ساتھ بھیجدیں۔ تو بہت مناسب ہے۔ (ایڈیٹر)

حضرت سید فضل شاہ صاحب رضی اللہ عنہ

نمبر اوّل

حضرت سید فضل شاہ صاحب کی وفات کی خبر الحکم میں شائع ہو چکی ہے۔ میں نے وعدہ کیا تھا۔ کہ شاہ صاحب کے متعلق کسی قدر تفصیل سے ذکر کرونگا۔ آج خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس سلسلہ کو شروع کرتا ہوں۔ اور اسی کی توفیق پر بھروسہ کرتا ہوں کہ پورا کرنے میں میری مساعدت کریگی۔ اس سلسلہ میں شاہ صاحب قبلہ کی زندگی کے ان حالات و واقعات کا تذکرہ میرے زیر نظر ہوگا جو انکی مذہبی اور اعتقادی زندگی سے تعلق رکھتے ہونگے۔ کیونکہ اصل مقصد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کے تذکروں سے یہ ہے۔ کہ تا جماعت میں اخلاص اور عقیدت کی وہ روح پیدا ہو جو ہمارا خاص مقصد ہے۔

شاہ صاحب سلسلہ میں کسطرح داخل ہوئے

شاہ صاحب [illegible]

تو ریاست جموں کے تھے۔ مگر ایک عرصہ سے انکا خاندان لاہور میں منتقل ہو چکا تھا۔ شاہ صاحب کے بھائی سید ناصر شاہ صاحب اب قادیان میں ایک مخلص مہاجر کی حیثیت سے رہتے ہیں۔ سید ناصر شاہ صاحب جموں کے محکمہ پبلک ورکس میں ایک معزز عہدہ دار تھے۔ اور سید فضل شاہ صاحب بھی وہاں ان کے پاس رہتے تھے۔ کچھ ٹھیکہ داری وغیرہ کا کام بھی ابتداءً شروع کیا تھا۔ لیکن چونکہ وہ مذہبی رنگ سے رنگین تھے۔ اور دنیا کے کاروبار کی طرف چنداں توجہ نہ کر سکتے تھے۔ سید ناصر شاہ صاحب نے اپنے اخلاص اور برادرانہ محبت کا ثبوت اسطرح دیا کہ اونہوں نے کبھی پسند نہ کیا کہ شاہ صاحب اپنے ضروریات زندگی کے لئے کسی ایسی جدوجہد میں پڑیں۔ جو اون کے مشاغل مذہبی میں حارج اور ان کے اذکار و اوراد میں مانع ہو۔ بلکہ وہ اپنی ملازمت کرتے اور کماتے اور اپنے بھائی صاحب کی ضروریات میں اسی طرح خرچ کرتے جس طرح اپنی ضروریات میں۔

شاہ صاحب کے ایک ماموں منشی کرم الٰہی صاحب مینیجر مدرسہ نصرۃ الاسلام لاہور ایک نہایت ہی مخلص اور یک رنگ بزرگ تھے۔ ان میں بھی مذہبی روح تھی۔ انھیں کے ذریعہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت و بزرگی کی اطلاع اس خاندان میں آئی ۱۸۸۶ء کا زمانہ تھا۔ کہ جناب شاہ صاحب کو معلوم ہوا کہ اسلام میں ایک عظیم الشان شخص ظاہر ہوا ہے۔ اور یہ خبر انکو سید ناصر شاہ صاحب کے ذریعہ سے ملی۔ اسوقت شاہ صاحب ضلع ہزارہ میں ایک بزرگ سے بمقام [illegible] ملنے جا رہے تھے۔ چنانچہ کچھ دن وہاں رہے۔ اور وہاں سے قادیان چلے آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام (جو ان ایام میں ابھی بیعت لینے کیلئے مامور نہ ہوئے تھے) کی خدمت میں کچھ دن رہے۔ وہ قادیان کا قیام شاہ صاحب کے لئے اکسیر ثابت ہوا۔ اور ان کی حالت میں ایک انقلاب عظیم ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے عشق و محبت کی آگ جو پہلے سے سلگ رہی تھی۔ اب وہ ایک شعلہ کی صورت میں نمودار ہوئی۔ شاہ صاحب کی طلب و تلاش کا نتیجہ نکل آیا۔ اور انہوں نے اس مرد خدا کو پا لیا جس کے لئے انکے قلب میں ایک اضطراب اور بے قراری تھی۔

یہ تعلقات دن بدن بڑھتے گئے۔ اور جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیعت کے لئے مامور ہو کر اعلان کیا تو شاہ صاحب نے اور سید ناصر شاہ صاحب نے بھی بیعت کر لی۔ اسطرح اوّلون و سابقون میں داخل ہونے کی عزت و سعادت انکے حصہ میں آئی۔ اور پھر کبھی کسی مرحلہ پر انکو کوئی ابتلا اور لغزش نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ وہ اپنے مولا حقیقی سے جا ملے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شہادت

[illegible]

[illegible] کی وفات زندگی کا تذکرہ کروں۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ رائے درج کرنا چاہتا ہوں۔ جو آپ نے

حضرت سید فضل شاہ صاحب مرحوم و مغفور کے متعلق ازالہ اوہام میں شائع فرمائی۔ گویا ۳۴ برس پیشتر حضرت مسیح موعود نے شاہ صاحب کو جس رنگ میں پایا تھا۔ اس کا اظہار کیا۔ اور ۳۴ برس میں انہوں نے جو ترقی کی وہ اس سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ ثانی نے نہایت محبت سے ایک کثیر جماعت کے ساتھ جنازہ پڑھا۔ اور مقبرہ بہشتی میں جا کر اپنے مخلص خادم کو سپرد کر دیا۔

اور شاہ صاحب نے اپنے عمل سے دکھا دیا۔ کہ آقا کے دروازہ پہ آکر بیٹھے تو مر کر اُٹھے اور حضرت خلیفۃ المسیح نے شاہ صاحب کے اخلاص اور وفاداری کی وہ قدر کی جس نے دوسروں کے لئے امید کو وسیع کر دیا۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ شاہ صاحب کو مقبرہ بہشتی کے اس قطعہ میں جگہ دی جو حضرت مسیح موعود کے قدموں کے قریب ہے۔ یہ انتہائی اور آخری سعادت تھی۔ جو شاہ صاحب کے حصہ میں آئی۔

غرض شاہ صاحب کے متعلق حضرت اقدس فرماتے ہیں۔

"حبی فی اللہ سید فضل شاہ صاحب لاہوری اصل سکنہ ریاست جموں۔ نہایت صاف باطن اور محبت اور اخلاص سے بھرے ہوئے اور کامل اعتقاد کے نور سے منور ہیں۔ اور مال و جان سے حاضر ہیں۔ اور ادب اور حسن ظن جو اس راہ میں ضروریات سے ہے ایک عجیب انکسار کے ساتھ اُن میں پایا جاتا ہے۔ وہ تہ دل سے سچے اور پاک اور کامل ارادت اس عاجز سے رکھتے ہیں اور للّٰہی تعلق اور حُب میں اعلیٰ درجہ انہیں حاصل ہے اور یک رنگی اور وفاداری کی صفت انہیں صاف طور پر نمایاں ہے"

حضرت اقدس نے جو کچھ شاہ صاحب کے متعلق فرمایا ہے واقعات نے اسکا ثبوت دیا۔ اور حسن خاتمہ نے اس پر مہر کر دی۔ اس تذکرہ کے باقی حصص اسی کی تفسیر اور توضیح ہونگے۔ انشاءاللہ العزیز۔

(باقی آیندہ)

ضروری اطلاع

الحکم کے ان خریداروں کو اطلاع دیجاتی ہے کہ جن کے ذمہ ابھی زر قیمت [illegible] باقی ہے۔ وہ مہربانی فرما کر بہت جلد بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر مشکور فرماویں۔

والسلام

مینیجر۔ اخبار الحکم قادیان [illegible]

شذرات

استرداد برار کی درخواست

نظام حیدر آباد کی طرف سے آخر وزیر ہند کو واپسی برار کے لئے ضابطہ کا میموریل دیدیا گیا ہے سر علی امام نے یہ میموریل ملک کے سربرآوردہ اخبارات کو بغرض اشاعت بھیجا ہے۔ اور مسلم پریس اس میموریل کی حمایت کر رہا ہے۔ ہندو پریس میں مخالفت بھی شروع ہو گئی ہے۔ اور وہ کہہ رہے ہیں۔ کہ جب نظام برار ملنے پر اس کو حکومت خود اختیاری دینے کا وعدہ کرتے ہیں۔ تو اپنے ملک کو جو پہلے سے انکے قبضہ میں ہے۔ اسکو کیوں نہیں دیدیتے۔ اور بھی جس طریق سے ممکن ہو وہ اس میموریل کی مخالفت کرنا چاہتے ہیں۔ پارلیمنٹ میں بھی اس کے متعلق سوال جواب ہوا ہے۔ جس سے پایا جاتا ہے کہ جب تک برار کے باشندوں سے پورے طور پر استصواب نہ کر لیا جائیگا۔ کوئی قدم اسکے متعلق اٹھایا نہ جائیگا۔

اب تک اس میموریل کے متعلق موافق اور مخالف حالات اسی حد تک ہیں۔ جتنے جب تک حیدر آبادی معاملات پر رائے زنی کی ہے۔ تو اصولی نقطہ نگاہ سے کی ہے۔ بعض اخبارات میں خلافت کمیٹی کو اس سوال کی طرف توجہ دلانے کی کوشش کی گئی اور اس کو ایک مذہبی سوال بنایا جا رہا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر بعض جلد باز نوجوانوں نے استرداد برار کے سوال کو نا سمجھ کر مذہبی رنگ دیا۔ تو اس میموریل کے مفید ہونے کو مشکوک بنا دیا جائیگا۔ اور یہ درستی نادان دوستوں کی درستی کی مترادف ہوگی۔ استرداد برار کے سوال کو انصاف اور قانون کے نقطہ نگاہ سے فیصل کئے جانے کا مطالبہ ایک زبردست قوت ہے۔ اور اسی کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

ہماری مخالفت

بعض مسلم اخبار نویس اپنی کامیابی کے لئے یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ سلسلہ عالیہ کی مخالفت کریں۔ اگر ہمیں گالیاں دیکر کسی کو فائدہ ہو سکتا ہے۔ تو ہمیں اس سے بُرا منانے کی ضرورت نہیں۔ اور یہی ہماری سچائی کی دلیل ہے۔ امرتسر سے حال ہی میں القاسم نام ایک پندرہ روزہ اخبار مولوی رسل بابا صاحب کی یادگار میں جاری ہوا ہے۔ اسکے اغراض خاصہ میں اس سلسلہ کی مخالفت داخل ہے۔

میں اس اخبار کی ترقی کا فی الحقیقت خواہشمند ہوں کہ یہ چیز ہمارے لئے موجب نقصان نہیں بلکہ سلسلہ کی اشاعت کا ذریعہ ہیں۔ بہت سی سعید روحیں ان مخالف اخبارات کو پڑھ کر تلاش حق میں آگے قدم بڑھاتی ہیں۔ اور آخر منزل مقصود پر پہونچ جاتی ہیں۔ اخبار القاسم کی قیمت تین روپیہ سالانہ ہے۔

کامیابی کا واحد ذریعہ مذہبی قوت ہے۔

چوہدری غلام حیدر خانصاحب ایڈیٹر تبلیغ نے ہمدرد انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کے ایک جلسہ میں جو چینیں اور [illegible] کی تودیع کے لئے کیا گیا تھا۔ تقریر کرتے ہوئے کہا کہ

"ہم مادہ پرستی کے ذریعہ سے کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اگر کامیابی نہیں حاصل ہو سکتی ہے۔ تو مذہبی قوت سے۔ اس مذہبی قوت کو پیدا کرنا علماء کا کام تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ علماء کی بہت بڑی جماعت اپنی ذمہ داری کو محسوس نہیں کرتی۔ اور کفر بازی سے اسلام کو ذلیل کر رہی ہے۔"

حقیقت میں اسلام کی کامیابی کا راز مادہ پرستی میں نہیں۔ بلکہ خدا پرستی میں ہے۔ اگر ہمارے اندر مذہبی غیرت اور حمیت پیدا ہو جائے۔ تو ہم سچے مسلمان بنکر دنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔ اور اگر حقیقت اسلامیہ ہم میں پیدا نہ ہو تو نہ صرف یہ کہ ہم حقیقی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ بلکہ ہر قسم کی ترقی سے ہم دور چلے جائیں گے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ اسی لئے خدا تعالیٰ نے قائم کیا ہے کہ

مسلمانوں کو دین واحد پر جمع کرے

اور ہمارا فرض ہے کہ اس مقصد کے لئے ہم متفق الاصل ہو کر قدم بڑھائیں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کو مباحثہ کا چیلنج اہلحدیث کیطرف سے

مولوی ابو تراب عبد الحق صاحب ایڈیٹر اہل سنت والجماعت نے امرتسر میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو ایک پبلک جلسہ میں مباحثہ کا چیلنج دیا۔ اور مباحثہ اس مضمون پر کہ مولوی ثناء اللہ بموجب فتویٰ علماء اہل سنت والجماعت و اہلحدیث وہ اہل سنت والجماعت اور اہلحدیث سے خارج ہے۔ اور یہ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے کہا تھا کہ میں ملکانہ راجپوتوں کے گاؤں میں جاکر تبلیغ کرونگا۔ اور انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا۔

علماء کے مباحثہ کی شان اس چیلنج سے نمایاں ہے۔ اس مباحثہ کے لئے مولانا ابو تراب اہلحدیث کانفرنس کا [illegible] تجویز کرتے ہیں۔

واقعات سے ظاہر ہوگا۔ کہ مباحثہ ہوتا ہے یا نہیں۔ دونوں حضرات اہلحدیث کے لیڈر اور مناظر اور ایڈیٹر ہیں۔ دیکھیں دونوں میں سے کون کافر ثابت ہوتا ہے؟

یہ ہے علماء کرام کے کام اور مشاغل!

حکومت پنجاب کا اعلان اکالیوں کے متعلق

حکومت پنجاب نے ۱۳ / فروری [illegible] کے اعلان میں ظاہر کیا ہے۔ کہ وقتاً فوقتاً شائع ہونے والی اطلاعات کو مدنظر رکھتے ہوئے جو شرومنی گوردوارہ کمیٹی یا اکالی دل کے لئے چندہ فراہم کرنے کی غرض سے جاری کی جاتی ہے۔ پبلک کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اگر کسی شخص نے خلاف قانون جماعت کی مدد کی۔ یا اس کے لئے چندہ جمع کیا یا چندہ جمع کرنے کی التجا کی تو اسے ضابطہ فوجداری کے ماتحت گرفتار کر لیا جائے گا۔

رفتار اشاعت اخبار

حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد کی تعمیل میں نظر دعوۃ و تبلیغ نے جو تحریک اخبار کے لئے کی ہے اس کی رفتار بہت سست ہے۔ میں نے الحکم کی گذشتہ اشاعت میں اعلان کر دیا تھا۔ کہ اگر اخیر فروری ۱۹۲۳ء تک احمدی انجمنوں کے سکرٹری صاحبان نے اپنی اپنی انجمن کے لئے اجرائے اخبار کی درخواست نہ بھیجی تو مارچ سے ان کے نام اخبار جاری کر دیا جائے گا۔

اس اعلان کے بعد جو سکرٹری صاحبان کوئی اطلاع نہ دیں گے وہ بونا فائد خریدار متصور ہوں گے۔

اور ۷ / مارچ کا الحکم ان کے نام قیمت طلب بھیجدیا جائیگا یہ یاد رہے کہ قیمت طلب پیکٹ میں ہمیشہ پرانا کوئی پرچہ بھیجا جاتا ہے۔ اور ۷ / مارچ ۱۹۲۳ء کا اخبار بند بھیجا جائیگا۔

اس ہفتہ میں مندرجہ ذیل احباب نے خریداری کی درخواست کی۔

۵۔ بابو عبد الغنی صاحب انام شہر بہ تحریک بابو عبد الرزاق صاحب ہیڈ ٹریژری کلارک

۶۔ میاں محمد الدین عبد القیوم احمدی کام گوجراں

۷۔ ڈاکٹر عبد الحکیم آنریری اسسٹنٹ دادو [illegible]

ساری دنیا کیلئے الارم

۷ / مارچ کے الحکم میں مصری مجاہد کا ایک بڑا زبردست مضمون شائع ہوگا۔ احباب اگر تقسیم کے لئے منگوانا چاہیں تو ایک آنہ فی کاپی کے حساب سے منگوا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ قبل از وقت اطلاع دیں۔

(ایڈیٹر)

تصحیح

اخبار الحکم کے ٹائٹل پیج پر ۲۸ / فروری کی بجائے ۲۸ / مارچ لکھا گیا ہے۔ احباب کرام درست کر لیں۔

(منیجر اخبار الحکم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

فرمودہ مولوی شیر علی صاحب بی۔ اے

مورخہ ۲۳ فروری سنہ ۱۹۲۶ء

ذیل میں ہم مولوی شیر علی صاحب بی اے کے خطبہ جمعہ سے چند مفید نصائح درج کرتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں۔ کہ ان پر عمل پیرا ہونے سے جماعت کے معاملات کی بہت کچھ اصلاح ہو سکتی ہے۔

(حبیب احمد مولوی فاضل)

آپ نے کلمہ تشہد کے پڑھنے کے بعد فرمایا کہ قادیان کی جماعت اور بیرونی جماعتوں میں یہ فرق ہے۔ کہ اس کی بنیاد حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ سے ہوئی۔ اور قادیان کی جماعت کو جہاں اس بات پر فخر ہے۔ کہ اسکا بانی خدا کا پیارا مسیح موعود تھا۔ وہاں اس محبوب کی صحبت کا بھی فخر حاصل ہے جس سے کہ اور جماعتوں کا اکثر حصہ محروم ہے۔

پس قادیان کی جماعت ایک تربیت یافتہ جماعت ہے۔ اور اس کو ان نیکیوں کا موقعہ دیا گیا ہے جو کہ جماعت کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے یہ ثواب حاصل کرنے کی مستحق ہے۔ ایک ثواب تو اس کو اپنی اصلاح کرنے سے حاصل ہوگا۔ اور ایک ثواب اس کو اور جماعتوں کی تعلیم و تربیت کرنے سے حاصل ہوگا۔ ایک فخر یہ بھی اس جماعت کو حاصل ہے کہ اس کو دوسروں کی اصلاح کا موقعہ دیا گیا ہے

اگر احمدی جماعت نے اس سنہری موقعہ کو ضائع کر دیا۔ تو یقیناً وہ دوسری جماعتوں کی نسبت زیادہ خسارے میں ہوگی۔ اور جہاں کہ ان کو دگنا ثواب ملنے کی امید ہے وہاں دگنا عذاب ملیگا۔ کیونکہ ان کے پاس وہ نور تھا جس سے کہ تاریک دل منور ہوتے تھے۔ اور وہ آب حیات تھا جس سے کہ صدیوں کے مردے جی اٹھتے تھے۔ اور آب حیات کو خود پیا اور اوروں کو پلایا۔

مبارک ہے وہ شخص جو کہ نہ صرف اپنی اصلاح کرتا ہے۔ بلکہ اوروں کی اصلاح میں رات دن کوشش میں رہتا ہے۔

ہمارے متعلق دوسری جماعتوں کا حسن ظن ہے اور ہماری ذمہ واری صرف اپنی ذات کے لئے ہی نہیں بلکہ اور جماعتوں کے لئے بھی ہے۔ اگر ہم نیک نمونہ نہ دکھائیں گے تو ٹوٹے میں رہیں گے۔

ہم کو اپنی اور بیرونی جماعتوں کی اصلاح کے لئے [illegible] کوشاں رہنا چاہیئے۔ اور اس [illegible]

کا ربند ہونا چاہیئے۔ جو کہ ہم میں محبت اور یگانگت پیدا کر دیں۔ قرآن حکیم کتاب ہے۔ اور جس طرح کہ حکیم کا بیمار کے پاس ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح ہم طالبان ہدایت کے پاس قرآن کا ہونا ضروری اور لابدی امر ہے قرآن شریف میں وہ تمام ہدایتیں درج ہیں۔ جو کہ مختلف زمانے میں مختلف پیغمبروں کے ذریعے لوگوں تک پہونچائی گئیں۔ قرآن شریف ایک حکیم کتاب ہے۔ اور ہر ایک مسئلے کو کھولکر بیان کرتا ہے۔ اور جو دعویٰ کرتا ہے۔ اس کی دلیل بھی ساتھ دیتا ہے۔ صرف شر سے ہی نہیں روکتا۔ بلکہ ان راہوں سے بھی روکتا ہے۔ جن سے شر پیدا ہوتا ہے۔ قرآن حکیم ہے۔ اس نے ضرور کوئی ایسا علاج بیان فرمایا ہوگا۔ جس کے ذریعہ باہمی نزاع میں محبت اور یگانگت پیدا ہو۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ باہم تعلقات میں بگاڑ اور کشیدگی زبان کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے زبان پر قابو رکھنے کا حکم قرآن شریف میں دیا گیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق یعنے تم کسی کو برے ناموں سے یاد نہ کیا کرو۔ کیونکہ یہ ایک فتنہ کی نشانی ہے۔ اگر انسان زبان کو قابو میں رکھے اور دنیا کی اس ضرب المثل پر کاربند ہو۔ کہ الصمت سلم الخلاص تو یقیناً کوئی فتنہ اور فساد رونما نہ ہو۔ آنحضرت نے حدیث میں فرمایا ہے کہ جو میرے لئے اپنی شرمگاہ اور زبان کا ضامن ہوگا۔ میں اسکے لئے جنت کا ضامن ہوں۔ پس اکثر فتنوں کی جڑ تو زبان ہے اگر ہم اس کو قابو میں رکھیں تو یقیناً زندگی آرام سے گذرے اور دوسروں کو بھی آرام اور چین کی زندگی بسر کرنے کا موقعہ دیں۔

اب ہم اور چند آیات ذیل میں درج کرتے ہیں۔ جو کہ قرآن شریف نے امن عامہ کو قائم رکھنے کیلئے اور فتنہ فساد کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے پیش کی ہیں۔ فرمایا یاایہا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیرا منھم ولا نساء من نساء عسیٰ ان یکن خیرا منھن۔ فرمایا کہ اے ایمان والو کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ قوم جس سے کہ تمسخر کیا جاتا ہے۔ وہ بہتر ہو اس سے جو کہ تمسخر کرتی ہے۔ خدا کے نزدیک معزز ہونا کسی دنیاوی جاہ حشم کا محتاج نہیں۔ کیونکہ قرآن میں ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ تم میں سے زیادہ معزز اور کریم وہی ہے جو کہ متقی ہے۔ پس تقویٰ ہی عزت اور ذلت کا معیار ہے۔ دنیا فانی ہے۔ اور خدا کی بادشاہت دائمی ہے۔ متقی ہی خدا کی نظروں میں معزز ہے۔ اور اس کی عزت ہی مظفر و منصور ہے۔

تمسخر سے دوسرے شخص کی حقارت ہوتی ہے۔ اور حقارت سے اس کو دلشکنی ہوتی ہے جو رنج اور رنج کے آثار اس کے چہرے سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اگر حقارت کرنے والا زور ہے تو لڑائی ہو جاتی ہے۔ اور اگر وہ کمزور ہے کہ جس کی حقارت کی جاتی ہے۔ وہ اپنے دل میں کینہ کو رکھ لیتا ہے۔ اور کسی موقعہ کی تلاش کرتا ہے جس میں کہ حقارت

کرنیوالے سے بدلہ لے۔ یہ تمسخر کرنیکا نتیجہ ہے جس سے کہ خدا اور اس کے رسولؐ نے منع فرمایا۔

پھر قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یاایہا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ و جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے لوگو ہم نے تمکو مرد اور عورت سے پیدا کیا۔ اور پھر تمکو قبائل میں تقسیم کر دیا۔ اور یہ اس لئے کیا کہ تم آپس میں پہچانے اور پہچانے جاؤ۔ اور دنیا کے کام آسانی سے چلتے رہیں۔ اور ان میں کوئی ہرج واقع نہ ہو۔ ہزاروں فساد کی جڑ صرف یہی ہوتی ہے کہ فلاں آدمی کمینی ذات کا ہے۔ اور فلاں اعلیٰ کا ہے۔ اسلئے خدا نے قوموں اور قبائل کی فضیلت کو جڑ سے کاٹ دیا۔ اور فرمایا کہ قبائل کی فضیلت صرف اسلئے ہے کہ دنیا کے کام آسانی سے چلتے رہیں۔ ورنہ انسان ہونے میں تو سب برابر ہیں۔ پھر آگے چلکر قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

یاایہا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ واتقوا اللہ ان اللہ تواب الرحیم۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بدگمانی اور غیبت سے منع فرمایا۔ غیبت ایک نہایت گندی مرض ہے اور اس کا گندا اور برا ہونا ظاہر ہے۔ قرآن شریف جیسی پاک کتاب نے اسکو مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے۔ کیا کوئی دنیا میں ایسا بھی انسان ہے کہ جو مردہ بھائی کے گوشت کھانے کا متمنی ہو۔ جب دنیا ایسے شخص سے خالی ہے تو پھر کیوں یہ غیبت کی مرض جو کہ بعینہ مردہ بھائی کا گوشت کھانے کیطرح ہے۔ لوگوں میں ترقی پر ہے۔ آجکل دنیا میں اس مرض کا بہت زور ہے۔ جدھر دیکھو اس مرض کے بیمار دکھائی دیتے ہیں یہ مرض اتفاق کو جڑ سے اکھیڑ دینے والی ہے۔ اور جماعتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے والی ہے۔ ہماری جماعت کو چاہیئے کہ اس مرض کو بالکل چھوڑ دیں۔ کیونکہ یہ اتفاق اور اتحاد کی جڑ کاٹ دیتی ہے۔

درشت کلامی ایک نہایت گندی بیماری ہے قرآن شریف میں ہے فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک۔ انبیاء نہایت درجہ کے خلیق اور حلیم ہوتے ہیں۔ اور انکا وجود دنیا کیلئے ابر رحمت ہوتا ہے۔ انکو اخلاق اور انکے اعمال تمام قوم کے لئے نمونہ ہوتے ہیں۔ اور ایسے ہی اخلاق وہ اپنی جماعت میں پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ [illegible] سے رحیم کریم [illegible] ہمارے آقا نبی کریم [illegible] اس سے زیادہ آپ میں اکرم [illegible] خلق اور نرم مزاجی اور حلیمی کی [illegible] ہوتا ہے جو [illegible] کو اپنی طرف کھینچکر اسکے قدموں پر ڈال دیتا ہے۔ نرم مزاجی [illegible] انسان کے دل کو موم کر دیتی ہے مومنوں کی علامت قرآن میں یہ کہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم مومنوں کیلئے تو نرم ہوتے ہیں۔ اور کافروں پر سخت ہوتے ہیں۔

[illegible] ایک خطرناک [illegible] کی شرط ہے اور [illegible] نگاہ اور دل کی [illegible] کو قبول [illegible] فرمایا [illegible] ایک [illegible] کا ذکر فرمایا۔ خدا تعالیٰ ہماری جماعت کی کمزوریوں کو دور کرے اور صراط مستقیم پر چلائے۔ آمین۔

ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کیونکر ہوئی؟

ایک فیصلہ کن بحث

(از جناب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی)

نمبر اوّل

ہمارے آریہ دوستوں کو تعجب ہے۔ کہ ایک ہزار سال کے اندر ہندوستان میں جہاں ایک بھی کوئی مسلمان نہ تھا۔ سات کروڑ مسلمانوں کی تعداد کیونکر ہو گئی؟ لیکن کیا ان کو کبھی اس پر بھی تعجب آیا ہے کہ ہندوستان جہاں کبھی ویدک دھرم مطلق نہ تھا۔ ہندوستان قدیم کی کروڑوں پرانی قومیں کیونکر اس دھرم میں آگئیں۔ پھر بدھ مذہب نے اسی سرزمین میں ویدک دھرم کو کیونکر شکست دی۔ اور بعد ازیں ویدک دھرم نے بدھ مذہب کو آگ تلوار اور زبان سے کیونکر نیست و نابود کر دیا؟ یہ سب پرانی باتیں ہیں۔ ان کو جانے دیجئے۔ چند صدیاں پہلے یہاں ایک عیسائی بھی نہ تھا۔ مگر اب یہاں نصف کروڑ کے قریب عیسائی آبادی پیدا ہو گئی ہے اور روز بروز پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ یہ کیونکر؟

عیسائی مشنریوں نے تمام دنیا میں یہ پھیلا رکھا ہے کہ مسلمانوں نے تلوار کے زور سے اپنا مذہب پھیلایا ہے۔ حالانکہ انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ رومی سلاطین نے عیسائی مذہب کی اشاعت میں کیا کیا نہ کیا۔ اسپین، پرتگال، روس، ہولینڈ نے خصوصاً اور یوروپ کی عام سلطنتوں نے اس کے لئے کیا کیا راہیں نہ اختیار کیں۔ اور خود ہندوراجہ دھرم کی خاطر کیا کیا نہ کر گذرے۔ اسی طرح اگر بعض مسلمان بادشاہوں سے ایسی باتیں سرزد ہوئیں تو صرف وہی سرزنش اور ملامت کے مستحق کیوں ہیں؟

تمام دنیا کے مذاہب میں سے صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے جس نے ایک فلسفہ دنیا میں ظاہر کیا ہے۔ کہ مذہب یقین کا نام ہے۔ اور یقین تلوار کی دھار اور نیزہ کی نوک سے پیدا نہیں کیا جا سکتا۔

لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ — مذہب میں کوئی زبردستی نہیں۔

آنحضرت صلعم کو تنبیہ ہوتی ہے۔

اَفَاَنْتَ تُکْرِہُ النَّاسَ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ — اے پیغمبر! کیا تو لوگوں کو مجبور کریگا۔ کہ وہ ایمان دار ہو جائیں۔

خدا نے فرمایا کہ پیغمبر کا کام جبر و اکراہ نہیں۔ بلکہ صرف دعوت اور تبلیغ ہے۔

لَسْتَ عَلَیْہِمْ بِمُصَیْطِرٍ — اے پیغمبر! تو ان کافروں پر حکم بنا کر نہیں بھیجا گیا۔

فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلَاغُ — اے پیغمبر! تجھ پر صرف تبلیغ ہی فرض ہے۔

قرآن نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ اس کے مذہب کی تبلیغ دنیا میں کیونکر کی جائے۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْہُمْ بِالَّتِیْ ہِیَ اَحْسَنُ — اپنے رب کے راستہ کی طرف لوگوں کو دانائی سے اور اچھی نصیحت سے بلاؤ۔ اور ان سے مناظرہ کرو تو اس طریقہ سے جو بہترین ہے۔

اگر یہ سچ ہے۔ کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ تو **کارلائل** کے اس سوال کا کیا جواب ہے؟ کہ اگر محمدؐ نے تیغ زن سپاہیوں کے زور سے اسلام کو پھیلایا تو پہلے تیغ زن سپاہیوں کو کس تلوار سے مسلمان بنایا؟ اس اصول کی بنا پر تو چاہیے تھا۔ کہ ان ملکوں میں اسلام کا سایہ بھی نہ پڑتا۔ جہاں تلوار نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ ملک حبش پر مسلمانوں نے اس احسان کے بدلے میں کبھی تلوار نہیں اٹھائی۔ کہ اس نے ایک دفعہ اسلام کے ابتدائی سخت مصیبت کے ایام میں مسلمانوں کو اپنے ہاں پناہ دی تھی۔ تاہم آج وہاں نصف آبادی مسلمان ہے۔ افریقہ کے ان خطوں میں جہاں مسلمان سپاہیوں کا گذر بھی نہیں ہوا تھا۔ وہاں حلقہ بگوشان اسلام کی اتنی بڑی تعداد کیونکر نظر آتی ہے۔ چین پر مسلمانوں نے فوج کشی نہیں کی مگر تین چار کروڑ مسلمان وہاں کہاں سے آگئے؟ جزائر ملایا مسلمان سلاطین کی تاخت و تاراج سے ہمیشہ محفوظ رہے ہیں مگر آج وہاں چار کروڑ مسلمان کس طرح پیدا ہو گئے۔ سیام انام اور مشرق اقصیٰ کے دوسرے ملکوں اور جزیروں میں جہاں کہیں کسی مسلمان سپاہی کا قدم بھی نہیں پہونچا۔ اسلام کا قدم وہاں کیونکر پہنچ گیا؟ ترک و تاتار نے تو خود مسلمانوں پر تلوار چلائی تھی۔ ان پر تلوار کس نے چلائی۔ اور ان کو مسلمان بنایا؟

دوسرے ملکوں کو جانے دو۔ خود ہندوستان کو لو۔ یہاں اسلامی فتوحات کا سیلاب درۂ خیبر سے ہو کر آیا اور پنجاب سے کبھی آسام تک پہنچ گیا۔ مگر درحقیقت ان کی قوت مرکز صوبہ آگرہ، دہلی، اودھ، بہار اور دکن رہا۔ مگر دیکھو کہ یہی وہ مقامات ہیں۔ جہاں آج بھی مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ کم ہے۔ یعنی آٹھ سو برس کے بعد بھی وہاں ۱۵ فیصدی سے زیادہ نہ بڑھ سکے۔ برخلاف اس کے جہاں ان کا اقتدار حکومت زیادہ مضبوط نہ تھا وہاں وہ حیرت خیز کثرت رکھتے ہیں۔ بنگال، کشمیر، اور سندھ جیسے دور دست اطراف میں ان کی تعداد اپنے ہمسایوں سے مافوق ہے۔

دکن پر مسلمانوں کا ہمیشہ قبضہ رہا۔ بہمنی سلطنت پوری قوت سے مسلط تھی۔ اس کے بعد پانچ اسلامی سلطنتیں معاصرانہ قائم ہوئیں۔ اور اس وقت بھی دکن کے رقبہ پر ایک اسلامی سلطنت حکمران ہے۔ تاہم وہاں مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ کم ہے۔

سب اہل تاریخ مانتے ہیں کہ راجپوتانہ کی ریاستوں کو کلی طور سے کوئی مسلمان بادشاہ زیر نہ کر سکا۔ انگریزوں کے عہد تک وہاں کے ہندوؤں کے ہاتھوں میں مسلمان بادشاہوں کے مقابلے کے لئے تلواریں تھیں۔ مگر بایں ہمہ وہاں کی کوئی ریاست آج ایسی نہیں۔ جہاں تھوڑے بہت مسلمان نہ ہوں۔ سیلون اور برما پر کبھی مسلمانوں نے قبضہ نہیں کیا۔ مگر وہاں مسلمانوں کی خاصی تعداد ہے۔

ان گذشتہ واقعات کو بھی جانے دو۔ انگریزی عہد کے "پرامن زمانہ" کو سامنے لاؤ۔ جب ہندوستان میں مسلمانوں کی "بے نیام تلوار" ہمیشہ کے لئے کند ہو گئی ہے۔ ۱۸۵۷ء کی بعد کی پہلی مردم شماری سے لیکر ۱۹۲۱ء کی مردم شماری تک کی ہر دہ سالہ تعداد کو دیکھو۔ کہ مسلمان نشر اسی برسوں میں پانچ کروڑ سے سات کروڑ کے قریب کیونکر پہونچ گئے۔ ۱۸۹۱ء کی مردم شماری میں مسلمانوں کی تعداد پانچ کروڑ ستر لاکھ تھی۔ ۱۹۰۱ء میں ۶ کروڑ ۲۵ لاکھ ہو گئی۔ اور ۱۹۳۱ء کی مردم شماری میں ۶ کروڑ ستر لاکھ ہو گئی۔ تیس برس کے عرصہ میں ایک کروڑ مسلمان کس **محمود** اور **عالمگیر** کی تلوار کی فتوحات ہیں۔ اور آج بھی ملک کے ہر گوشہ میں نئے مسلمانوں کا جو اضافہ ہو رہا ہے وہ کس جابرانہ قوت کا اثر ہے۔

ہمارے آریہ دوستوں کو ہندوستان میں اسلام کی اشاعت پر سخت استعجاب اور حیرت ہے۔ اور اس کے اسباب و وجوہ کے جاننے کے لئے سخت بےچینی ہے۔ اور بےخبری یا تعصب سے وہ کبھی اس کا بڑا سبب غزنوی کی تلوار کو اور کبھی **عالمگیر** کے مظالم قرار دیتے ہیں۔ ذیل کے صفحات میں ہم ان کے سامنے سے حقیقت کا پردہ اٹھانا چاہتے ہیں تاکہ انہیں معلوم ہو۔ کہ ہندوستان میں اسلام کی ترقی انہیں طبعی طریقوں سے ہوئی ہے جن سے دنیا میں ہر داعی مذہب کی ہوئی ہے ہوتی ہے۔ اور ہو گی۔

ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کا سب سے پہلا اور قدیم سبب عربوں اور ہندوؤں کا تجارتی میل جول تھا۔ عرب تاجروں اور سواحل ہند کے سوداگروں میں باہم تعلق نہایت قدیم سے قائم تھا۔ بلکہ اس کا آغاز اسلام سے بہت پہلے ہو چکا تھا۔ البتہ اسلام کے بعد عرب قوم کی تنظیم نے ان تعلقات کو اور زیادہ مستحکم اور مضبوط کر دیا۔ اب عرب تاجر پہلے کی طرح صرف رومی مال و اسباب اور عربی مصنوعات و پیداوار ہی ہندوستان نہیں لانے لگے۔ بلکہ ساتھ ہی ساتھ اپنی سب سے بڑی دولت اور اپنی سب سے قیمتی متاع جو اس عرصہ میں اس پیغمبر عربیؐ کے وسیلہ سے ان کو ملی تھی۔ وہ بھی رفتہ رفتہ اپنے ساتھ لانے لگے۔ اور یہاں سے اب وہ صرف مسالوں، خوشبوؤں، تلواروں اور کپڑوں کا سامان ہی نہیں لے جانے لگے۔ ملیبار، سندھ، گجرات، کچھ، کوکن، سواحل بنگال اور جزائر ہند کی قوموں نے ان کو فرشتۂ رحمت سمجھ کر قبول کیا۔ عربی سفرناموں اور جغرافیہ کی کتابوں میں ان مقامات کے نام اور حالات بکثرت مذکور ہیں۔

ملیبار میں موپلا اور نوائت انہیں عرب تاجروں کی یادگار نسل ہیں۔ اور یہی ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کے سب سے پہلے داعی اور مبلغ ہیں۔ انہوں نے جس آہستگی سکوت اور خاموشی سے اس فرض کو انجام دیا۔ عیسائی مشنری اور انگریزی

مورخین تک ان کی اس قابلیت کے مداح ستائشگر ہیں۔

ہندوستان میں اسلام کے داخلہ کا دوسرا راستہ سندھ ہے۔ سندھ کا علاقہ مدت دراز سے شاہان ایران کا باجگذار تھا۔ اور جاٹ اور میڈی قوم کے لوگ ان کی فوج کے سپاہی تھے۔ اس کے بعد جب ایران کا تخت مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔ تو گذشتہ سلطنت کے ترکہ کے طور پر سندھ کے تعلقات ان کو ہاتھ آئے۔ اور اس وقت سے لے کر محمد قاسم فاتح سندھ کے زمانہ تک والی عراق اور رایان سندھ کے درمیان صلح و شکست کے واقعات پے در پے پیش آتے رہے۔ محمد قاسم کے فتوحات کی وسعت جو بلوچستان اور کراچی سے لے کر ملتان تک تھی۔ بہت جلد ختم ہو گئی۔ یعنی اس نے سو برس کا زمانہ بھی نہیں پایا ہے۔ لیکن اسلام کے مذہبی فتوحات کا سیلاب بدستور جاری رہا۔

ہندوستان میں اسلام کی آمد کا تیسرا مشہور راستہ درہ خیبر کا ہے۔ جو [illegible] سے چار سو برس کے بعد محمود غزنوی کی تیغ خارا شگاف کے سایہ میں داخل ہوا۔

ہمارے آریہ دوستوں کی یہ غلط فہمی ہے کہ ہندوستان مذہبی حیثیت سے پہلے بھی ویسا ہی تھا جیسا آج [illegible] سے وہ تصور کرتے ہیں کہ ویدک دھرم تمام [illegible] [illegible] ضروری سمجھا جاتا ہے۔ [illegible] اسلام [illegible] ہندوستان میں [illegible] [illegible] [illegible] عرب مسلمان جب ملیبار [illegible] سندھ، گجرات [illegible] تو ان کا مقابلہ ویدک دھرم کے ہندوؤں سے نہ تھا [illegible] [illegible] [illegible] غالب تھا اور ملیبار [illegible] اطراف میں [illegible] مذہب [illegible] لوگ نہ تھے بلکہ [illegible] ہندوستان کے پرانے باشندے تھے۔ جن کو درہ خیبر سے آنے والے مغرور برہمنوں نے ہندوستان سے نکال دیا تھا۔ یا جو خود اٹھ کر بھاگ کر دور دست علاقوں میں جا بسے تھے۔

ہندوستان کے حدود میں اسلام کا پہلا قدم جنوبی ہند پہنچا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ملیبار کے راجہ نے شق القمر کا معجزہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یعنی ایک رات چاند شق ہو کر دکھائی دیا۔ اس نے ادھر اُدھر لوگوں کو تحقیق حال کیلئے بھیجا۔ بالآخر معلوم ہوا کہ عرب دیس میں ایک پیغمبر پیدا ہوا ہے اور اس نے یہ معجزہ دکھایا ہے۔ راجہ یہ سنکر مسلمان ہو گیا۔ اور عرب چلا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ خود آنحضرت کے زمانہ میں پہنچا۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ حضرت ابوبکر کے عہد خلافت میں پہنچا اور بالآخر یمن میں اس نے انتقال کیا۔ اور وہیں مدفون ہوا ملیبار اور اس کے اطراف میں جو [illegible] قوم آباد ہے اس کو نایر کہتے ہیں۔ یہ عام ہندوؤں سے بالکل مختلف ہیں۔ اور ان میں قدیم وحشت اور بربریت کے بہت سے اثرات پائے جاتے ہیں۔ اور ان میں کوئی صحیح اور با نظام مذہب ایسا نہ تھا جو اسلام کا مقابلہ کر سکتا۔ ان کو عام برہمن نہایت ذلیل سمجھتے ہیں۔ اور ان سے چھوت کرتے ہیں۔ تاریخ تحفۃ المجاہدین میں ہے۔ کہ اگر کوئی اونچی ذات کا ہندو ان سے چھو جائے۔ تو جب تک وہ غسل نہ کر لے کھا نہیں سکتا۔ تو سردار اس کو اپنی برادری سے نکال کر انہیں نیچ ذاتوں کے ہاتھ بیچ دیتا تھا۔ اور اس کی بقیہ عمر غلامی میں گذرتی تھی۔ یا وہ بھاگ کر دوسری جگہ چلا جاتا تھا۔ ایک کنوئیں سے دوسرا پانی نہیں پی سکتا تھا۔ پاس بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ آج بھی ان اطراف میں بالکل یہی حالت ہے۔ اور آپ روز سنتے ہیں کہ مدراس میں برہمن اور نان برہمن کی لڑائیاں برابر جاری ہیں۔

اسی طرح یہاں کی عورتوں پر یہ ظلم ہے کہ وہ بیک وقت چند شوہروں کی تابعدار رہیں۔ اور ہر ایک کی خوش دلی ان کا فرض ہے۔ اس افسوسناک واقعہ کا امیر خسرو نے ایک شعر میں ذکر کیا ہے۔ میر جمال الدین حسین انجو نے اپنی لغت [illegible] کے تحت میں ان کے [illegible] رسم کو بیان کیا ہے۔ غیر قوموں میں شادی [illegible] [illegible] جب مسلمان تاجر [illegible] آئے تو ان مظلوم فرقوں کو [illegible] کا سایہ ہاتھ آیا [illegible] ان تاجروں نے ان کو نوکر رکھا [illegible] ان کی عورتوں سے شادیاں کیں [illegible] لوگ اور [illegible] ذات [illegible] بھاگ کر اسلام [illegible] پناہ لینی شروع کی۔ اور یہی لوگ جب مسلمان ہو کر دوسرے مسلمانوں کے برابر حقوق حاصل کر لیتے تھے۔ تو دوسرے ہندو بھی ان کی عزت میں کمی نہیں کرتے تھے [illegible] کو اور بھی اسلام کی طرف رغبت ہوتی۔

یہی حال اس ملک کا آج بھی ہے۔ اگر ان اطراف میں دفعتہً پرتگیز نہ پہنچ گئے ہوتے تو یہ پورا علاقہ دائرہ اسلام میں آگیا ہوتا۔ لیکن پرتگیزوں نے یہاں آکر دریا سے عرب [illegible] کی تجارت کا راستہ روک کر ان کو تباہ کر دیا۔ اور آبادی کے مسلمانوں کو عرب مصر سے اپنے تعلقات کو توڑ دینے پر مجبور کر دیا۔ بالآخر عیسائیوں نے غلبہ پایا۔ اور اس وقت سے ان مقامات میں اسلام کی جگہ عیسائیت نے لے لی ہے۔ چنانچہ تمام صوبوں سے زیادہ وہاں عیسائیت کو فروغ ہے۔ اور روز بروز وہاں صلیب پرستوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔ اور ٹراونکور اور کوچین کے علاقوں کے لوگ تو گویا پورے پورے عیسائی ہو گئے ہیں۔

ذیل میں تحفۃ المجاہدین (جو علاقہ ملیبار کی تنہا تاریخ ہے) کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ جن سے حقیقت حال ظاہر ہو گی۔

"ہندوستان کے مغربی ساحل کے بندرگاہوں پر مختلف ملکوں سے تاجر بکثرت آتے ہیں۔ اسی کا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ نئے شہر آباد ہو گئے ہیں۔ اور مسلمانوں کی تجارت سے ان میں آبادی بڑھ گئی ہے۔ اور مکانات کثرت سے بن گئے ہیں۔ یہاں کے سردار اور راجہ مسلمانوں پر سختیاں کرنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ باوجودیکہ یہ سردار اور ان کی سپاہ بت پرست ہے۔ مگر وہ مسلمانوں کے مذہب اور ان کے شعائر کا بہت کچھ پاس و لحاظ کرتے ہیں۔ بت پرستوں اور مسلمانوں کے اس اتحاد سے اس لئے اور تعجب پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی تعداد کل آبادی کا دسواں حصہ بھی نہیں۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس عہد میں ان تاجروں کی مدد سے اس علاقہ کی آبادی کا کتنا حصہ اسلام کا حلقہ بگوش ہو چکا تھا۔

"بحیثیت مجموعی ملیبار کے ہندو راجاؤں کا برتاؤ مسلمانوں کے ساتھ عزت اور مہربانی کا ہے۔ کیونکہ ان کے ملک میں زیادہ شہروں کا آباد ہو جانا انہیں مسلمان تاجروں کی بود و باش کا نتیجہ ہے۔"

اس اقتباس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان اطراف کے ہندو راجہ کیوں عرب تاجروں کی اس قدر عزت کرتے تھے۔ اور ان کے کاروبار میں کوئی دخل نہیں دیتے تھے۔

"نایر قوم کے لوگ اپنے ایسے ہم قوموں سے جو بت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہو جاتے ہیں۔ مزاحمت نہیں کرتے۔ اور نہ ان کو دھمکیاں دے کر ڈراتے ہیں۔ بلکہ وہ ان کے ساتھ ویسی ہی عزت کا برتاؤ کرتے ہیں جیسے اور مسلمانوں کے ساتھ خواہ وہ نو مسلم کیسی ہی نیچ ذات سے مسلمان ہوا ہو۔"

اس اقتباس نے اس راز کا پورا پردہ کھول دیا۔ کہ ان نیچ ذات کے لوگوں کے اسلام لانے کا سبب کیا تھا۔

عرب جغرافیہ نویسوں اور سیاحوں نے ہندوستان کے جن شہروں کا حال لکھا ہے۔ وہ یہی ہیں۔ جو عرب تاجروں کے بحری گذرگاہ تھے۔ وہ خلیج فارس کے بندرگاہوں سے جن میں مشہور سیراف اور ابلہ ہے۔ سندھ آتے تھے۔ اور یہاں سے سمندر کے کنارہ کنارہ کوکن اور گجرات کے سواحل سے گزر کر مدراس کے سواحل پر پہنچتے تھے۔ اور یہاں سے لنگر اٹھا کر مشرقی بنگال اور آسام کو عبور کر کے چین کی راہ لیتے تھے۔ راستہ میں مالدیپ، سیلون، جاوا، سماٹرا، سنگاپور اور دوسرے جزائر کی طرف بھی نکل جاتے ہیں۔ چنانچہ ان کے یہی تجارتی راہگذر ان کی اشاعت اسلام کی کوششوں کے مرکز تھے۔

سواحل ہند پر سندھ سے لیکر حدود چین تک وہ متعدد ہندو راجاؤں اور سلطنتوں کے نام گناتے ہیں۔ مگر یہ نام کچھ تو ان قدیم سلطنتوں اور شہروں کے معدوم یا گمنام ہو جانے سے کچھ عربی میں تلفظ بدل کر کچھ کتابوں کے ناسخوں اور کاتبوں کے ہاتھوں سے کچھ سے کچھ ہو کر بالکل غیر معروف ہو گئے ہیں۔ ان سلطنتوں یا ملکوں میں سے چند مشہور نام یہ ہیں۔ جن کو تمام جغرافیہ دانوں اور سیاحوں نے بالاتفاق نقل کیا ہے۔ (باقی) [illegible]

لہ اس بیان کی تصدیق کے لئے دیکھیے [illegible]

لہ تحفۃ [illegible]

لہ [illegible]